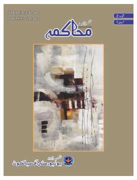

علمی و تحقیقی مجلہ "محاکمہ" یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر عبدالستار نیازی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

ڈاکٹر ارشد محمود

لیکچرار، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

نو آبادیاتی نظام کے اثرات اور فکرِ اقبال: تحقیقی مطالعہ

Destruction of the Colonial System: A Critical Study

Dr. Abdul Sattar Niazi
Assistant Professor, University of Lahore, Sargodha Campus
Dr. Arshad Mahmood
Lecturer, University of Lahore, Sargodha Campus

ABSTRACT

The significance of the colonial ideology is increasing in the present times. Apart from the changes occurred in the world, these ideologies and thoughts, the study of colonialism and post-colonialism are attracting the sagacious people towards it. Exploiting forces strengthen their economy by planning to plunder the resources of the third-world countries. Then, a few people are escalated to authority for the sake of the establishment of their own culture. Critics also minutely studied the "gifts", given by colonialism and his profound adoration with Islam exposed the false culture. They teach the nation a lesson of autonomy by briefing them regarding the deception of colonialists. The nation is not willing to be neutralized against the influence of colonialism after independence. Now, the need of the hour is to impart the drawbacks of colonialism from the nation in the light of colonial ideology so that they should be inclined to learn about science and technology. Hence, the Islamic nation will be able to be graceful and successful.

کلیدی الفاظ: نو آبادیات، استحصال، لوٹ مار، ثنویت، اتصال

برطانیہ نے اٹھارویں صدی میں اپنی فتوحات کا سلسلہ شروع کیا اور اس دنیا کی آدھی آبادی پر اپنا تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نو آبادیاتی ایک سفاک اور استبدادی رویہ ہے۔ جس میں طاقت ور ملک چھوٹے اور کمزور ملکوں پر اپنا تسلط قائم کر کے ان کا سیاسی، معاشرتی اور ثقافتی استحصال کرتا ہے اس نظام میں فوج اور سازشوں سے مقامی اداروں اور ان کی تہذیب و ثقافت کو تباہ بر باد کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی الہامی نظام نہیں ہے بلکہ ایک خاص گروہ نے اپنے مذموم مقاصد کے پیش نظر ایک گمبھیر صورت حال

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

پیدا کر کے کسی دوسرے ملک پر تسلط قائم کر کے اپنے قوانین نافذ کرنا ہے اور وہاں کے مقامی باشندوں سے زبردستی اس کی پیروی کرانا ہے۔ نو آبادیاتی نظام نے اردو زبان اور ہندوستان کی معاشرت کو بری طرح متاثر کیا۔

نو آبادکاروں کے نظریے کے مطابق وہ دنیا کی مہذب ترین قوم ہیں اور اللہ کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ وہ اسی کے بل بوتے پر فتوحات کرتے ہیں۔ ان کے نظریے کے مطابق دوسری قوموں کو مہذب بنانا ان کے فرائض میں شامل ہے انھیں اس اعلیٰ کام کی تکمیل کے لیے یہاں بھیجا گیا ہے۔ نو آبادکار اسی مقصد کے پیش نظر مقبوضہ ملک کے جغرافیائی، سیاسی، معاشی صورتحال، زبان اور تہذیب و تمدن کا بغور مطالعہ کرتا ہے۔ تاکہ وہاں اپنے مذموم مقاصد کو پروان چڑھا سکے۔ یہی چیزیں بعد میں اس کی طاقت بن جاتی ہیں۔ نو آبادکار مقبوضہ ملکوں کی منڈیوں کے خام مال اور لوٹ کھسوٹ پر اپنا حق سمجھتا ہے۔ وہ لوٹ ہوئے مال سے اپنے ملک کو صنعتی طور پر مضبوط بناتے ہیں۔

اقبال شاعر بھی ہے اور مفکر بھی، توقیر آدم کا مبلغ بھی ہے اور توقیر انسان کا دردمند بھی ا، یہی وجہ ہے کہ اس کے کلام میں ذکر و فکر ہم آغوش ہیں اور ان کا ویژن خرد و نظر کے آئینے میں صاف نظر آتا ہے۔ وہ بنیادی طور ایک فلسفی ہیں انھوں نے مشرق و مغرب کے بہت سے فلسفیوں سے استفادہ کیا ہے لیکن ان میں سے کسی ایک فلسفے کے ساتھ بہہ نہیں گئے۔ ان کے فلسفے میں حیات انسانی کا ایک نظام موجود ہے۔ انھوں نے نطشے کے فلسفے سے استفادہ کیا مگر وہ انہیں مجذوب فرنگی کا نام دیتے ہیں اقبال انہیں سمجھانا چاہتے ہیں کہ مقام کبریا کیا ہے ۲۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا فلسفہ انسانی زندگی کا ایک عالمگیر لائحہ عمل بن گیا جو ساری دنیا کے انسانوں کے لئے مفید ہے۔ علامہ اقبال دیدہ ور انسان تھے انھوں نے دنیا کے افکار و خیالات پر اپنے ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں ان کے بقول:

"میری آنکھوں نے عالم اسلام کی تباہی دیکھی تھی۔۔۔ ہر ظلمت کے
بعد ایک نیا آفتاب طلوع ہوتا ہے اختلاف احوال سے انسان میں ایک
نئی نگاہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ نئی نگاہ خدا نے مجھ میں پیدا کی ہے۔ میں اس کی
بصیرت کی بدولت قدیم سوالات کے جوابات پیش کرتا ہوں میں اس
بصیرت کو شعر کا جامہ پہناتا ہوں تاکہ بیاں دلنشیں ہو جائے" (۳)

بہت سے ایسے مفکر اور مدبر اس دنیا میں گزرے ہیں جنھوں نے اپنے فکر و فن کی بنیادیں اسلامی نظریات اور اسلامی نظام حیات پر رکھی ہیں۔ ان ماہرین کا خیال ہے کہ اسلام نے انہیں اپنا مذہب، اپنا ادب، اپنی فکر، اور اپنی ثقافت عطا کر کے وہ کچھ بنا دیا جو جو وہ ہیں۔ ان کے افکار میں وسعت، مساوات، اخوت، ہمدردی، بلندی اور محبت کے آثار نظر آتے ہیں۔ انھیں ہمیشہ انسان کے معاشی، معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی اقدار کی ہم آہنگی کا خیال دامن گیر رہا۔ اگر ہم فکرِ اقبال کا مطالعہ کریں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ

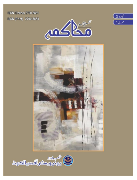

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اقبال فرد اور جماعت دونوں کے لیے ایثار اور قربانی کو ضروری سمجھتے تھے۔ اقبال اپنی حکیمانہ نظر کے پیش نظر فکر مشرق کو دست افرنگ سے آزاد کرانے کی کوشش میں مصروف رہے وہ رنگ و نسل کے بتوں کو پاش پاش کر کے، کاخ امراء کے در و دیوار ہلانے، غریبوں کے لہو کو گرمانے، سوز یقیں کو پختہ کرنے، کنجشک فرومایہ کو شاہین سے لڑانے، غریبوں کو بیدار کرنے، نقش کہن کو مٹانے کے درپے رہے۔ وہ دہقاں کو کھیت سے روزی حاصل نہ ہونے پر کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلانے، انسان کو حریر و پرنیاں کا سبق دے کر، اسے اطاعت، ضبط نفس، اور نیابت الٰہی کا خوگر بنا کر انھیں مرد کامل بننے کا سبق دینے والے عظیم انسان ہیں۔ اقبال نے اردو اور فارسی شعر و ادب پر ان مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ وہ شاعر مشرق، ترجمان ملت، نظریہ خودی کے خالق، مبشر پاکستان اور حکیم الامت بھی ہیں۔ انھوں نے انسان کو اپنی ذات پر غور و فکر کرنے کا درس دیا۔ جس سے انسان خدا شناشی کی منزل تک پہنچ کامیاب و کامران زندگی گزار سکتا ہے۔

اقبال نے اپنی بصیرت سے نو آبادیاتی نظام کی برائیوں کا ادراک کر لیا تھا۔ نو آباد کار مقامی باشندوں کی دولت کو لوٹ کر معاشی حالت کو انتہائی دگرگوں کر دیتے ہیں جس سے مقامی رعایا میں بہت سی اخلاقی، سماجی اور معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ نو آبادیات ہے کیا؟ نو آبادیات انگریزی لفظ "کالونیل ازم" کا اردو ترجمہ ہے جس کے معانی "نئی آبادی" کے ہیں یعنی کسی دوسری جگہ نئی بستی بسانا کے ہیں۔ چنانچہ نو آبادیات سے مراد کسی قوم کا دوسری جگہ جا کر اس کے سیاسی، سماجی اور معاشی اداروں پر اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے ڈاکٹر اشرف کمال اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> "۱۴۹۲ء سے وسط اٹھارویں صدی کے درمیان اسپین، پرتگال، انگلینڈ، فرانس اور نیدرلینڈ نے نو آبادیات قائم کیں اور امریکہ نے ویسٹ انڈیز اور انڈیا میں باد شاہتیں قائم کیں"(۴)

"ANIA LOOMBA" "نو آبادیات کی تعریف کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> "نو آبادیات سے مراد دوسروں لوگوں کی زمین کو فتح کر کے ان کی املاک پر قبضہ کر لینا ہے"(۵)

نو آبادیات سے مراد کسی قوم کا دوسری جگہ جا کر کسی اجنبی قوم پر اپنا تسلط قائم کر کے اپنی خاص حکمت عملی اور منصوبے کے تحت ثقافتی، سماجی اور معاشی نظام کو تباہ کر کے اپنے ترتیب دیئے ہوئے نظام کا اطلاق کرنا ہے۔ تاکہ اس ملک کی مضبوط معیشت کو اپنے مضبوط شکنجوں میں جکڑ اس کے وسائل کو اپنے ملک منتقل کرنا ہے۔ اسے نو آبادیاتی استحصال کا نام بھی دیا گیا ہے۔ جو قوم ایسا کرتی اسے نو آباد کار اور وہ آبادی نو آباد زدہ کہلاتی ہے

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

روایات کے مطابق نو آباد کار اور مقامی باشندوں کے ٹکراؤ سے نئے رویے جنم لیتے ہیں بقول ناصر عباس نیر:

"نو آبادیاتی صورت حال کی منطق "ثنویت" سے عبارت ہے یہ دو دنیاؤں کو تشکیل دیتے ہیں"(۶)

ایک حکمران اور دوسری رعایا۔ نو آباد کار مقبوضہ آبادی میں اپنی جماعت تیار کرتا ہے وہ مکمل طور پر نو آباد کاروں کی حمایت کرتی ہے۔ آباد کار ان لوگوں کی حمایت سے غیر محسوس طریقے سے مقامی لوگوں کو اپنا ہمنوا بناتا ہے مقامی افراد کو اس کا بات کا بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ اپنے ہی لوگوں کے خلاف نو آباد کاروں کا ساتھ دے رہے ہیں، اس طرح معاشرہ تین طبقوں میں تقسیم ہو جاتا ہے ان میں پہلا طبقہ نو آباد کاروں کی زبان اور تہذیب و ثقافت کو اپناتا ہے۔ جو کہ آباد کاروں کی اپنی زبان اور تہذیب نہیں ہوتی۔ دوسرا طبقہ ان نو آبا کاروں کے ملک میں جا کر ان کے علوم و فنون اور تہذیب و ثقافت کا براہ راست مشاہدہ کرتا ہے اس طبقے کو پہلے گروہ پر فوقیت ہوتی ہے یہ طبقہ نو آباد کاروں کی تہذیب و ثقافت کو حرز جاں بنا کر اپنی زندگی اسی کے مطابق گزارتا ہے۔ تیسرا طبقہ نو آباد کاروں کے رائج کردہ علوم اور زبان سے براہ راست استفادہ کرے سے قاصر ہوتا ہے مگر وہ ان کی زبان علوم اور تہذیب و ثقافت کا کٹر احمایتی بن کر اپنے باشندوں کو ان کا ہمنوا بنانے کے لئے اپنی ساری صلاحتوں کو پوری طرح استعمال میں لاتا ہے۔ نو آباد کار اپنے تشکیل دیے گئے ڈسکورس (بیانیہ) کے تحت ان طبقوں کو تیار کرتا ہے۔

انگریز سولہویں صدی میں بغرض تجارت ہندوستان آئے اور اپنی ریشہ دوانیوں میں لگ گئے اور نگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء کے بعد ہندوستان کی حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے گئے۔ انگریزوں نے یہاں کے سیاسی حالات سے خوب فائدہ اٹھایا، نو آباد کاروں نے سمجھا کہ خدا کی مدد ان کے ساتھ ہے لہٰذا فتوحات پر فتوحات کرتے چلے گئے اب انھوں نے ریاستوں پر قبضہ کر کے اپنی مرضی کے نواب بٹھانے شروع کر دیئے چنانچہ میر جعفر کو جنگ پلاسی کے بعد بنگال کا نواب بنانے کے عوض ۱۲۳۸۵۷۵ پونڈ پھر میر قاسم کو ۱۷۶۰ء اسی ریاست کا نواب بنانے پر ۲۹۶۰۰۰۲ پونڈ اور جعفر کو دوسری مرتبہ نواب مقرر کرنے کے عوض ۲۳۰۳۵۵۶ پونڈ کی خطیر رقم وصول کی۔ نو آباد کار اس دور کشاکش میں ایک ارب پونڈ لوٹ کر برطانیہ لے گئے وہاں انھوں نے یہ رقم صنعتی ترقی میں خرچ کر کے اپنی معاشی حالات کو مضبوط بنیادوں پر استوار کر لیا۔

اب انھیں ٹیکس کی وصولی کے لیے افرادی قوت کی ضرورت محسوس ہوئی تو فوجی تنظیم کے تابع انگریزی فوج معرض وجود میں آگئی۔ نو آباد کاروں نے اپنی قوم کو آباد کاروں کی زبان کی تفہیم کے لئے فورٹ ولیم کالج قائم کیا اور انداز حکمرانی سکھانے کی ضمن میں کتب تحریر کیں اور تحکمانہ انداز میں آباد کاروں سے بات کر سکھیں۔ ڈاکٹر گل کرسٹ کی کتاب "بات چیت" ۱۸۷۸ء میں شائع ہوئی اس کے بقول:

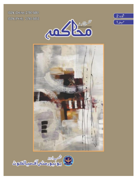

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"ملازموں سے کس طرح مخاطب ہونا چاہیے اگر ان کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تو زور سے کہو "سنو" ملازموں سے کبھی بھی پورا جملہ مت بولو مثلاً ان سے یہ مت کہو کہ مجھے پلیٹ دو۔ بلکہ تحکمانہ لہجے میں زور سے کہو۔ "پلیٹ" صاحب کو ہمیشہ ہم کہہ کر بولنا چاہیے "(۷)

برطانیہ نے لارڈ کارن والس کو ہندوستان بھیجا کہ وہ پورے ملک میں ریلوے کی پٹڑی بچھائے تاکہ ہندوستانی خام مال گاڑی کے توسط سے بندرگاہ لندن پہنچ سکیں۔ نو آباد کاروں نے کالونیزم کی آڑ میں اصلاحی اقدامات کیے۔ گویا یہ بھی پردہ اصلاح میں کوشس تخریب ہی تھی جسے خلق خدا پر ایک عذاب کی صورت مسلط کر دیا گیا۔ نو آباد کاروں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد اقتدار سنبھال کر ہندوستان کو خوب لوٹ کر اپنی معیشت کو مستحکم کر لیا۔ علامہ اقبال کی شخصیت مشرقی تہذیب میں پروان چڑھی اور دورانِ تعلیم بھی آپ نے مشرقیت کو اپنائے رکھا۔ انھیں اپنے استاد آرنلڈ سے غیر معمولی عقیدت تھی۔ وہ ان سے ملنے اور اپنی علمی پیاس بجھانے یورپ گئے۔

انھوں نے یورپ میں قیام کے دوران مغربی تہذیب کو بڑے قریب سے دیکھا۔ وہ چکاچوند اور نظروں کو خیرہ کرنے والی یورپی تہذیب پر مسلسل غور و فکر کرتے رہے کیونکہ اہل یورپ نے اسے انسانوں کا استحصال کر کے مادیت پر استوار کیا تھا۔ یہ تہذیب مادیت، عقلیت تفریحات، عورت اور عیش و عشرت پر کھڑی تھی۔ ڈاکٹر محمد اسد مغربی تہذیب کی ضمن میں رقمطراز ہیں:

"مغربی تہذیب کے جملہ سماجی پہلو اور اس تہذیب کی تفریحات پر خواہش کا کا غلبہ ہے کہ وہ اس کی جنسی اشتہا کو انتہائی حد تک برانگختہ کر دے۔ حتیٰ کہ جنسی بے راہ روی لوگوں کی نگاہ میں ایک قبیح و شنیع اور نامعقول فعل ہر گز نہ رہے۔ چنانچہ مغرب میں اندھی مادیت پرستی، دولت کی پرستش، اخلاقی برائیاں(ETHICAL FRUSTRATION)میں مبتلا ہیں اور اس کے پاس خیر و شر، نیکی وبدی کی کوئی معروضی، دائمی وابدی کسوٹی اور معیار و وزن موجود نہیں۔ چنانچہ ان کے ہاں شخصی اور قومی مصلحت نے خیر و شر کی جگہ لے لی۔ مغرب گلیوں اور بازروں میں چلتی پھرتی آراستہ و پیراستہ عورت خود کو ہر اس شخص کے حوالے کرنے اور اس شخص کی دل لگی کا سامان کا بننے کو ہمہ وقت تیار ہے جو اس جنس ارزاں کا طالب ہو"(۸)

مغربی تہذیب کا محور عملی افادیت اور حرکی ارتقاء پر تھا۔ جس کا اصل مقصد انسانی صلاحتوں کو دریافت کر کے ان پر تجر بات کرنا تھا وہ اس میں کسی بھی اخلاقی اقدار کے روادار نہیں ان کی عقلی بنیاد روم کے قدیم تصور پر تھی کہ زندگی مادی ہیں اور اس کا

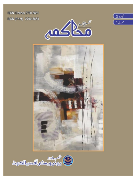

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

کسی آسمانی ہدایت تعلق نہ ہے انہوں نے صنعتی اور مادی ترقیوں کی بناء پر ان گنت دلچسپیاں پیدا کرلی تھیں۔ جس سے ان کی زندگیوں میں مذہب کا خلا پیدا ہو گیا۔ یورپ کا عام آدمی خواہ جمہوری ہو یا فاشسٹ ہو، سرمایہ دار ہو یا کیمونسٹ، مزدور ہو یا دانشور صرف مادی ترقی کی خواہاں ہیں۔ وہ اپنے عقیدے میں راسخ ہو چکے تھے کہ ان کی زندگیوں کا مقصد زندگی کو آسان تر اور اسے زیادہ سے زیادہ آرام دہ بنا کر عیاشیوں میں ڈوب جانا ہے انھوں نے اس زندگی کو آزادی سے تعبیر کیا ہے مغربی تہذیب میں ان چیزوں کی وجہ سے بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی تھیں۔ لہٰذا مفاد عامہ میں ہر چیز درست ہے خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ چنانچہ وہاں معاشرتی سطح پر اثر انداز ہونے والی اقدار میں فنی مہارت، حب الوطنی اور قوم پرستی کو مادی خوشحالی کی آڑ میں مبالغہ کی سطح پر فروغ دیا جا رہا تھا۔ جن اقدار کی اخلاقی ضرورت تھی۔ باپ بیٹے کا سماجی رشتہ ختم ہو رہا تھا اولاد کی محبت ختم ہو رہی تھی اور جنسی وفاداری بھی اپنی اہمیت کھو چکی تھی اس معاشرے میں فرد پر فرد کے اختیار کو ختم کرنے کا رجحان بڑھ رہا تھا قدیم اخلاقی جنسی اخلاقیات دم توڑ رہی تھی۔ ان چیزوں کی وجہ نئی اخلاقیات جنم لے رہی تھی جس کے مطابق ہر فرد کو اپنے جسم پر مکمل اختیار اور آزادی ہے۔ اچھی نسل پیدا کرنے کے لئے نت نئے تجربے کیے جا رہے تھے اور اس کا زور بڑھ رہا تھا۔ یورپ نے جسمانی ضرورتوں کے پیش نظر عورت کا خوب استحصال کر کے اسے سر بازار رسوا کیا۔ مادیت کی جمع آوری میں عورت اور مرد مشین کا پرزہ بن کر فطری تقاضوں کو بھول گئے۔ اس کلچر نے عورت اور مرد کو مادی طور پر خوشحال کر کے اسے روحانی طور بدحال کر دیا میکاولی نے سیاست کو مذہب سے اور ڈاکٹر مارٹن لوتھر نے مذہب کو سیاست سے الگ کر کے مذہب کو ہر شخص کا نجی معاملہ قرار دے کر اس کی ہمیشہ کے لئے نفی کر دی تھی۔ اہل یورپ کے نزدیک دینی عقائد سے دائمی اختلاف فروغ پاتے ہیں جن سے ساری زندگی چھٹکارا ممکن نہیں۔

روح اور مادے دونوں میں ثنویت کا اصول کار فرما تھا۔ اقبال کے نزدیک روح اور مادے دونوں میں ثنویت کا اصول سرے ہی غلط تھا۔ ڈاکٹر اقبال اس نظام سلطنت کو پسند کرتے ہیں جس میں روح اور مادے کی وحدت قائم رہے۔ یہ وحدت صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ مغربی باشندے دین سے بیزار ہو کر صنعتی ترقی میں جت گئے اور مادے کی جمع آوری میں مشین کا پرزہ بن کر اپنی انفرادیت کو بھلا دیا۔ وہ زندگی کی یکسانیت سے تنگ آکر اپنی روح کے وجود سے انکار کر بیٹھے۔ اب یورپ نے مادے کی بہتات پر ابلیسی قوت پیدا کر کے چھوٹے ملکوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا جس سے روح عالم کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔ علامہ اقبال یورپ کی اس ابلیسی تسخیر کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

یورپ میں شاطر ذہنوں نے ذاتی مفاد کے پیش نظر نظام جمہورت متعارف کرایا تاکہ اقتدار ان کے گھر کی لونڈی بن کر رہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے جمہورت ہے کیا؟ جس کا سیدھا سا مفہوم یہ ہے کہ رعایا پر کوئی فرد یا طبقہ اس کی مرضی کے خلاف حکومت نہ کرے۔ ابراہیم لنکن کا خیال تھا کہ حکومت عوام کی ہو اور رفاہ عامہ اس کا مقصود ہو، مجلس قانون ساز میں جو نمائندے

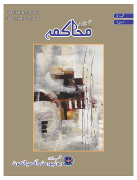

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ہوں وہ آزادی سے عوام کے منتخب کردہ اہل الرائے ہوں۔ یورپ میں جمہوریت کی ابتدائی شکل جاگیر داروں کی مجلس شوریٰ تھی جو بادشاہ کے مقابلے میں اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے قائم ہوئی تھی۔

انگلستان میں جہوریت کا آغاز ہوتے ہی جاگیر داروں نے اس پر قبضہ کر لیا وہاں بادشاہت مضبوط نہ تھی انہوں نے بادشاہ کو بے بس کر کے شاہ جون سے اصل دستاویز حاصل کر لی جسے میگنا کارڈا کہتے ہیں۔ وہاں صنعت کا پہیہ رواں ہونے صنعت کار بھی دارالامرا کا حصہ بن گئے۔ انہوں نے اتحاد کر کے جاگیر داروں کو دارالامرا سے نکال دیا۔ دینا کی تمام جہوریتوں کی ماں برطانیہ کی دارالامرا ہے امریکہ میں جب جمہوریت قائم ہوئی اس پر بھی سرمایہ داروں نے قبضہ کر لیا وہ پریس ذرائع ابلاغ اور پروپگنڈے کے تمام وسائل پر قابض تھے وہ اپنی پسند کے امیدواروں کو پارلیمنٹ میں لاتے تھے چنانچہ کوئی بھی شخص اپنی استعداد، اخلاقی بلندی اور حق گوئی کی بنا پر کسی بھی پارلیمنٹ کا ممبر نہیں بن سکتا خواہ وہ امور سلطنت کا کتنا ہی مبضوط کیوں نہ ہوں لہٰذا پارٹیاں اپنے بندوں کو منتخب کراتی ہیں وہ پارٹی کے اغراض و مقاصد پر بے چون وچرا دستخط ثبت کر دیتے ہیں عوام سمجھتے ہیں کہ حکومت ہماری ہے اور نمائندے بھی؟ پھر پارٹی اور اس کے نمائندے خوب من مانیاں کرتے ہیں سوسائٹی میں ساری برائیاں اسی سے جنم لیتی ہیں۔ علامہ اقبال مغربی جمہورت اور اس کی تمام شکلوں کے خلاف تھے وہ اس کی خرابیاں کا مشاہدہ کرنے کے لیے پنجاب کونسل مقننہ کے

باقاعدہ امیدوار بنے۔ اس دوران بہت سی لغو اور ناگفتہ باتیں بھی سامنے آئیں۔ انھیں نو آباد کاروں کی نافذ کی ہوئی جمہوریت کا ممبر بننے کے لیے بہت تگ و دو کرنی پڑی۔ علامہ اقبال کے بقول:

> "میں اس غرض اور گمان سے وہاں گیا تھا کہ شاہد وہاں کھڑا ہو کر حق گوئی سے اس خباثت کو کچھ کم کر سکوں اور اس اڈے والوں کو جھنجوڑو" (۹)

علامہ اقبال یورپ کے ابلیسی (جمہوری) نظام کے سخت مخالف ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنے ہاں نام نہاد جمہورت کا ڈھونگ رچایا ہوا ہے انھیں یورپ کے اس نظام میں بھی ملوکیت ہی نظر آتی ہے بقول عبدالسلام ندوی:

> "علامہ اقبال کے نزدیک فرنگ کے پردے میں ساحر الموت چھپا ہوا ہے جو اپنے ناشناسوں عقیدت مندوں کو برگ حشیش دے کر اسے شاخ نبات کہتا ہے انھیں فرنگی تہذیب کے ہر پہلو، ہر شاخ کے ہر رخ اور ہر قول و فعل کے گوشے گوشے میں فریب کاری نظر آتی ہے یورپ میں جمہوری نظام ملوکیت ہی کی ایک شکل ہے۔ پہلے یہ جبر واستبداد و مطلق العنان بادشاہ کیا کرتے تھے اب اس کو جمہوری حکومتی قوتیں لباس بدل کر پورا کر رہی ہیں" (۱۰)

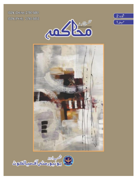

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

علامہ اقبال نے مغربی جمہورت کو جنگ زرگری کا نام دیا ہے کیونکہ اس جمہورت میں تمام حیلے کی و حربے ملوکیت ہی کے ہیں۔اس میں تمام اختیارات چندلوگوں کے پاس جبکہ ملوکیت میں بھی اختیارات مخصوص لوگوں ہی کے پاس ہوتے ہیں۔ان کی موجودگی میں اجتماعیہ کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکتا دریں اثناء مغربی جمہوریت ابھی نسلی تعصب ختم نہیں کر سکی اور ابھی تک قومیت کے دائرے میں رقصاں ہیں۔ اس نے دنیا میں متعصبانہ رویے کو جنم دیا ہے یہ کمزور قوموں کو مختلف حیلوں بہانوں سے اپنی ظالمانہ گرفت میں لے کر ان کے وسائل کو ہڑپ کرتی چلی جاتی ہے چنانچہ مغرب کی جمہورت مکر و فریب نظر ہیں جس میں محض بندوں کو گنتے ہیں تولتے نہیں اس طریقہ انتخاب میں صدارت کے امیدوار اور دروازے پر کھڑے ہونے شخص دونوں کیلئے ایک ایک ہی ووٹ ہیں۔کیونکہ اس میں ووٹوں کو گنتے ہیں تولتے نہیں۔بقول علامہ اقبال:

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں　　　بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے (۱۱)

علامہ اقبال کے نزدیک مغربی جمہوریت کی مجلس قانون پر جاگیر داروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہے وہ اپنے مفاد پر زد پڑنے والے قانون کو بننے نہیں دیتے۔ لہذا مغربی جمہوریت بھی غریبوں کے لیے مسکرات ہیں۔نسلی، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ "خواجگی" نے خوب چن چن کر بنائے مسکرات مغربی جمہوریتں متعصبانہ کی قوی جڑیں ہیں۔یہ اس کی آڑ میں اپنے ہم مشرب ملکوں پر برتری حاصل کرنے کے لیے انھیں حکمت، صناعی اور سائنس فرائم کرتے ہیں۔دنیا اسی کشمکش میں دو عالمگیر جنگوں کی لپیٹ میں آچکی ہیں اسی مغربی جمہورت سے وابستہ انسان نے انسان کا شکاری بنادیا کیونکہ اس کی تعمیر میں سینکڑوں خامیاں مضمر ہیں جنھیں اقبال جیسا کوئی دیدہ ور ہی دیکھ سکتا ہے۔مغربی جمہوریت کے علمبر داروں نے اپنے ہم مشرب ممالک میں اس آمریت کی شکل نافذ کرنے دوسری قوموں کو خوب ابھارا تاکہ وہاں بھی خرابی کی صورت حال پیدا ہو سکے۔علامہ اقبال "ابلیس کی مجلس شوریٰ" مغرب کے جمہوری نظام کو ملوکیت اور استحصال کا پردہ قرار دیا ہے اس جمہوریت کا چہرہ اندروں روشن تر اور چنگیز سے تاریک تر ہے۔

علامہ اقبال کا مغربی جمہوریت پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ وہ ملوکیت کی سب سے بڑی حامی ہے اور یہ اسے قوت پہنچاتی ہے انگلستان کے بعد امریکہ میں بھی جمہوریت ہے لیکن امریکی جمہوریت بھی کالے اور گورے کی تمیز ختم نہ کر سکی جب کہ جمہوریت میں ووٹ کی بنا پر سب برابر ہیں وہ مغربی جمہوریت کے طریق کار مخالف ہیں کہ نیک، عاقل اور صالح افراد مجالس قانون ساز میں داخل نہیں ہو سکتے۔اہل علم اور اہل الرائے مغربی طریق کار میں منتخب نہیں ہو سکتے اس طریق کار میں جائل برادری اور دولت کی بنا پر مجالس میں پہنچ جاتے ہیں جس بنا پر اہل علم اور دانشور کو مثبت کردار ادا کرنے کا موقع نہیں ملتا۔چنانچہ کسی مجالس قانون ساز میں سو گدھے اکٹھے ہو کر شور مچانا شروع کر دیں وہاں اکیلے انسان کی آواز کون سنے گا۔

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

اسی جمہوریت نے مسولینی اور ہٹلر کو پیدا کیا اور اشتراکیت بھی اسی کی کوکھ سے پھوٹی۔ جس نے انسانیت کے ان گنت مسائل پیدا کیے اور بنی انسان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ علامہ اقبال نے گلشن راز جدید میں ایک سوال کے جواب میں فرنگ کی جمہوریت پر کچھ اشعار کہے ان اشعار کے تناظر میں مغرب کی جمہوریت اور معاشرت نے انسانیت کی باگ ڈور مادہ پرست جمہور کے ہاتھ میں دے دی ہے جن سے بنی نوع انسان کو ان سے خیر کی امید نہیں جب تک ان کا زندگی کے متعلق اور انسانوں کی فلاح بہبود کے لیے زاویہ نگاہ درست نہ ہو، جب تک ان کے قلوب اخوت اور محبت سے لبریز نہ ہو، اس وقت جمہور کی حکمرانی اور سلطانی ایک انسانیت کی تباہ کاری ہو گی۔ اقبال کہتے ہیں کہ:

"فرنگ سے خبر دار رہنا وہاں کی جمہورت انسانی اخوت و مساوات کی مدعی بن گئی ہے
تاہم یہ سب خود فریبی ہے وہاں کے ہوس پرست عوام کا ہجوم کبھی بھی انسانیت کی
ترقی اور بصیرت افزائی کا موجب نہیں بن سکتا ہے ایک لاکھ جمہوریت کے ہنگامے
بھی ایک مرد راہ کے برابر نہیں ہو سکتے لہذا جمہوریت میں امام عالم کہاں سے آئیں گے
مغرب تو مادہ پرستی میں اسیر ہوا ہے" (۱۲)

وہ یورپ میں مروجہ سیاسی نظام کے سخت مخالف ہیں اور اسے کسی لحاظ سے قومی اور ملکی ترقی کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔ دنیا کی نام نہاد مہذب اور تہذیب یافتہ قوموں میں جمہوریت کا لفظ جتنا عام فہم ہو چکا ہے یورپی قومیں اس کے مفہوم اس کی معانی سے ناآشنا نظر آتی ہیں اقبال نے اس کی حقیت کو درج اشعار میں بیان کیا ہے بقول اقبال:

ہے وہی سازِ کہُن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تُو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری (۱۳)

اقبال کے نزدیک ظالم لوگ جمہوریت کی چھتری تلے آکر اقتدار پر قبضہ کرتے اور بنی نوع انسان کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں وہ جمہوریت کی خون آلودہ چادر اوڑ انسانوں کا بہیمانہ قتل اور عورتوں کی عصمتوں کو بے دردی سے پائمال کرتے ہیں کہ انسانیت کانپ جاتی ہے فلوجہ کی گلیوں بے گور و کفن لاشوں کی بے توقیری ہوتی ہے قلعہ جنگی اور دشت لیلیٰ تاریخ کے سرسری حوالے نہ بنتے۔ (۱۴) مغربی جمہوریتوں کے علمبر داروں نے کعبہ کی بیٹیوں کو بے وقعت کیا ان کے شکستہ گنبدوں اور میناروں پر آگ کی بارشیں کیں۔ ڈومہ ڈولہ کی مٹی گارے والی بستی کے خاک نشینوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا باجوڑ مدرسے کے تہجد میں مصروف اساتذہ اور طالب علموں کے چیتھڑے اڑا دیئے گئے۔ انھیں اقتدار کے نشے میں جب بھی موقع ملا شطانیت کو بھی مات کر دیا جب لیبیا قریے کفرہ کا سقوط ہوا اور جارح اطالویوں نے وہاں بربریت کا بازار گرم کیا۔ ڈاکٹر محمد اسد فرماتے ہیں:

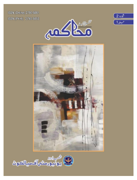

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

"رات بھر میں عورتوں کی آہ و فغاں اور چیخ پکار سنتا رہا جن کو اطالوی اور اریٹری فوج لوٹ کھسوٹ رہی تھی۔۔۔ (اگلے) روز اطالوی جرنیل نے، جتنے آدمی گاؤں میں زندہ بچ گئے تھے، سب کو سید امام مہدی کی قبر پر جمع کیا، اور ان کے سامنے قرآن مجید پھاڑ اپنے جوتوں سے روندا اور چیخ کر کہا: اب اپنے بدو نبی کو بلاؤ! اگر اس میں کچھ طاقت ہے تو۔۔۔۔ دوسرے روز اس نے حکم دیا کہ تمام علما و مشائخ کو ہوائی جہاز پر لے جا کر بہت بلندی سے نیچے پھینک دیا جائے۔ رات بھر عورتوں کی چیخیں اور فریادیں اور فوجیوں کے قہقہے اور بندوقوں کی سنسناہٹ سنتا رہا"(۱۵)

مغربی جمہورتوں کے سرخیلوں نے سقوط غرناطہ کے ساتھ کیا کیا اور اسکندریہ کے کتب خانے کی تباہی کفرہ اور قانہ پر اندھی بمباری، ہیروشیما، ناگاساکی، کابل و بغداد، کوسووو اور گوانتاناموبے تک وحشت، سفاکی اور خون آشامی کی ایک ہی کہانی ہے۔ اقبال ایسی نظام معاشرت کو سخت ناپسند کرتے ہیں جس کی راہبر و رہنما عقل ہو۔ علامہ اقبال اس تمام نظام کے مخالف ہیں جو الحاد اور مادہ پرستی کو فروغ دے، ان کے نزدیک سروری فقط اس ذات بے بدل کو ہے۔ وہ ایسے نظام کو دل و جاں سے پسند کرتے ہیں جہاں انسان کی انفرادی اور اجتماعی صلاحتیں نشو و نما پا سکیں۔ وہ صرف اسلام ہی ہے۔ علامہ اقبال کی حقیقی فکر بھی اسلام ہی ہے۔ وہ جمہورت کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں جس میں عدل فاروقی کا بول بالا ہو اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت حاصل کر لیں تاکہ وہ اپنے اندر حضرت ابو بکرؓ کا صدق، عدل فاروق اور حضرت علیؓ کی شجاعت حاصل کر لیں۔ جس میں کوئی شخص غذائی قلت کا شکار نظر نہ آئے۔ کسی پر ظلم نہ ہو۔ بقول لیفٹیننٹ جنرل شاہد عزیز:

"وہ (حکمران کی طرف اشارہ ہے) ہر رات سونے سے پہلے وائرلیس پر تمام کمانڈروں سے سپاہ کی خیریت دریافت کرتا اور پوچھتا تھا کیا سب نے کھانا کھا لیا ہے پھر خود کھاتا تھا۔۔۔ کوئی ایسا ہے جو ایسی استقامت رکھے کہ دین کی دین کی راہ نہ چھوڑے ایک مسلمان کو کافروں کے حوالے نہ کرے، چاہے اس کی حکومت چلی جائے۔۔۔۔ سالہا سال پتھروں پر سونا گوارا کرے اگر اس نظام کو موقع دیا جاتا تو یقینا ہمارے سامنے ایک بہتر مثال قائم ہو سکتی تھی۔۔۔ یہی خطرہ تھا کہ کہیں یہ نظام پنپنے نہ پائے"(۱۶)

مشرق نے مغرب کے سیاسی افکار سے جب آزاد ہونے کی کوشش کی۔ سید جمال الدین افغانی مشرق کو متحد کرنے کو شش کی تو یورپ نے اس تحریک کو خوفناک بن کر پیش کیا کہ مشرق نے اسے یورپ کے کہنے پر بری طرح رد کر دیا۔ اس تحریک کے تناظر

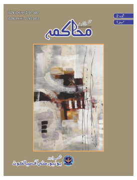

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

میں یورپ نے اپنی استعماری زنجیروں کو سخت اور گراں کر دیا نو آباد کاروں کو اس نظام سے فکر تھی کہ کہیں یہ نظام دنیا میں پنپ نہ جائے لہٰذا وہ ایسے نظام کے تہ و بالا کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ جبکہ علامہ اقبال اپنے کلام میں اسی نظام کی آبیاری میں ہمہ تن مصروف نظر آتے ہیں کیونکہ مغرب کے سیاسی نظام فکر نے ابھی تک انسانیت کو لوٹ مار اور جنگوں کے سواء کچھ نہیں دیا۔ علامہ اقبال کے ذہن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے دور حکومت کی جمہوریت کا نقشہ قائم تھا جسے دین اسلام نے کم و بیش پندرہ سو قبل پیش کیا تھا۔ اسلام کی حدود بہت وسیع ہیں اس کا وجود زماں و مکاں سی لامتنائی ہے۔ اس کا تصور قومیت دوسری اقوام سے مختلف ہیں اسلام ہی دنیا کے سارے انسانوں کو رشتہ وحدت میں پرو سکتا ہے۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ کے بقول:

> "قطع نظر اس بات کے کہ اس کے ماننے والے افریقہ کی کالی دنیا سے متعلق ہیں یا ریگستانی بطحا کے شجاع عرب یا گنگا کی وادیاں میں بسنے والے آریا ہیں یا پامیر کے بلند کوہساروں کے مکیں، کوئی زمینی قید ان میں تفرقہ نہیں ڈال سکتی اور کوئی نسل یا زبان کا امتیاز پیدا نہیں کر سکتا"(۱۷)

جس میں حکمرانوں کا طبقہ نہ تھا وہاں آزادی ضمیر تھی، مملکت رفاعی تھی جس میں خلیفہ وقت راتوں کو پہرا دیا کرتا تھا کہ کہیں ظلم تو نہیں ہو رہا، کوئی نان شبینہ کا محتاج تو نہیں، کوئی امیر کسی غریب زمی پر کومار تو نہیں رہا؟ کوئی ایسا کرتا تو حضرت عمر فاروقؓ کا دُرّہ حرکت میں آ جاتا۔ علامہ اقبال ایسی جمہوریت چاہتے تھے جہاں خلق خدا کے حقوق محفوظ اور زندگی کی اساسی ضرروتوں کا حل عام ہو جہاں نمائندے علم و اخلاق کی بنا پر منتخب ہوں وہ مادیت کا پوجاری نہ ہوں وہ آزاد منش ہوں اور خوف خدا رکھنے والے ہوں عوام کی خوشحالی ہی ان کا مقصد ہو جبکہ علامہ اقبال کے سیاسی نظام فکر (اسلامی ضابطہ حیات) میں دنیا میں آنے والے آخر انسان کی ضرورت زندگی کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

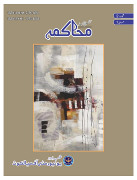

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

حوالہ جات

۱۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکر اقبال، لاہور: بزم اقبال، ۲۰۱۰ء ص:۱۲

۲۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، اقبال۔ احوال آثار، لاہور: مکتبہ عالیہ، ۲۰۰۹ء ص:۴۵

۳۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکر اقبال، ص:۸۳۷

۴۔ محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، اصطلات، ادبی، تنقیدی، کراچی: بک ٹائم، ۲۰۱۷ء ص:۴۲۵

۵۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تلخیص تصنیف کولونیل ازم، مشمولہ، تاریخ، شمارہ، ۶۰، لاہور، ۲۰۰۰ء ص:۲۱۷

۶۔ محمد اکرم چغتائی، محمد اسد۔ ایک یورپین بدوی، لاہور: پاکستان رائٹرز کواپریٹو سوسائٹی ۲۰۰۹ء، ص ۲۵۶

۷۔ مبارک علی، ڈاکٹر، تلخیص تصنیف کولونیل ازم، مشمولہ، تاریخ، ص:۱۱۲

۸۔ محمد اکرم چغتائی، محمد اسد۔ ایک یورپین بدوی، ص ۲۸۰

۹۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکر اقبال، ص:۲۲۲ تا ۲۲۴

۱۰۔ عبدالسلام ندوی، مولانا، اقبال کامل، لاہور: الفیصل اردو باز ۲۰۰۸ء، ص ۲۳۲

۱۱۔ اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، ضربِ کلیم، جمہوریت، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، اشاعت ششم ۲۰۰۴ء، ص ۶۶۱

۱۲۔ عبدالحکیم، خلیفہ، ڈاکٹر، فکر اقبال، ص:۴۱۰

۱۳۔ اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، بانگِ درا، خضرِ راہ، ص ۲۷۴

۱۴۔ عرفان صدیقی، جو ہم سے بچھڑ گئے، جہلم: بک کارنر، اپریل ۲۰۱۸ء، ص:۲۴

۱۵۔ محمد اکرم چغتائی، محمد اسد۔ ایک یورپین بدوی، ص:۵۶۱

۱۶۔ شاہد عزیز، جنرل، یہ خاموشی کہاں تک، اسلام آباد: سیون سپر نگز پبلشرز، ۲۰۱۲ء، ص:۴۲۰

۱۷۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، ولی سے اقبال تک، ص:۲۷۲